کتابیات

سیرۃ الخلیل (باب ثانی)

حسب و نسب

مولانا الطاف الرحمٰن بنوی

قرآن کریم خداتعالیٰ کی آخری کتاب اور انسانیت کے لئے آخری ہدایت نامہ ہے۔ اس کا اصل موضوع تو احکام شریعت کی تعلیم اور معاد کی ان ضروری تفصیلات کا بیان ہے جو نیک عملی پر ابھارنے اور بد عملی سے روکنے کے لئے ترغیب و ترہیب کا درجہ رکھتی ہوں تاہم کبھی کبھار اس کے ضمن میں کسی تکوینی حقیقت یا تاریخی واقعے کی طرف بھی ایک آدھ اشارہ کر ہی دیتا ہے گو اس میں بھی بنیادی طور پہ تذکیر بآلاء اللہ اور تذکیر بایام اللہ ہی پیش نظر ہوتی ہے۔

سورۃ صٰفٰت میں حضرت نوح علیہ السلام کے سلسلۂ ذکر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان ہی کا پیرو اور ہم مسلک بتلایا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرَاھِیْمَ ○ اور ان کے طریقہ والوں میں ابراہیمؑ بھی تھے۔

(سورۃ صٰفٰت آیت ۸۳)

گویا کہ آپؑ حسبی طور پر انہی کے اخلاق عالیہ ...... اولوالعزمی اور پیغمبرانہ ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں حوصلہ مندی ...... سے متخلق اور مورد انوار و برکات الٰہی تھے — یہیں پر آپ کو قلب سلیم (زندہ دل) والے کی امتیازی خصوصیت کے ساتھ یاد کیا گیا ہے۔

عبرت و موعظت کے سلسلے میں قرآن حکیم نے سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے بعد سب سے زیادہ آپ ہی کے نام اور احوال و واقعات کا تکرار و اعادہ فرمایا ہے اور جابجا امام الناس، ابو الانبیاء، ملت حنیف کے مؤسس، بانی کعبہ، صادق، صالح، شاکر، مصطفیٰ، مجتبیٰ، بردبار، متحمل، نرم دل، رجوع کرنے والے، امتِ قانت

اور لوگوں کے لئے اسوہ حسنہ (عمدہ نمونے) کی حیثیت سے پیش کیا ہے، سید ولد آدم، امام الانبیاء ختم الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خدا کی راہ میں غالبًا سب سے زیادہ مشقتیں برداشت کرنے اور صعوبتیں جھیلنے والے بارگاہِ الٰہی کے وفادار سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں جو دین و دنیا کی رفعتوں اور سعادتمندیوں کے جامع اور سنگم ہیں اور خدائے قدوس کے وجود کو تسلیم کرنے والی ساری قومیں آپؑ کو ایک عظیم دینی پیشوا اور مقتدیٰ مانتی چلی آئی ہیں۔

آپؑ کے نسب کے بارے میں توریت و تاریخ کی بیسیوں شہادتیں تو موجود ہیں ہی کہ آپؑ حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں، قرآن پاک سے بھی اس مسئلے میں کافی مدد لی جاسکتی ہے۔ مثلاً سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۰۰

ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۝

میں بنی اسرائیل کو نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی میں سوار ہونیوالوں کی اولاد بتلایا گیا ہے اور مؤرخین کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ رفقاء سفینہ میں حضرت نوح علیہ السلام کے ابنائے ثلاثہ کے علاوہ کسی کی بھی نسل چلی نہیں ہے اور جب کہ ابراہیم علیہ السلام بنی اسرائیل کے مورثِ اعلیٰ ہیں تو اس سے واضح طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ نوح علیہ السلام کے سلسلۂ نسل میں سے ہیں تاہم استدلال کی اس ہیئت سے قطعیت پیدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کا ایک مقدمہ کبریٰ مؤرخین کی کثرتِ رائے پر مبنی ہے جو جانب مخالف کے احتمال صدق کو بالکل زائل نہیں کرتا۔

ہمارے خیال میں اس سلسلے کی سب سے زیادہ قوی قرآنی دلیل سورۃ صٰفّٰت کی آیت نمبر ۷۷ ہے جہاں سیدنا حضرت نوح علیہ السلام پر انعام واکرام خداوندی کے سلسلۂ بیان میں

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ۝ اور ہم نے باقی انہیں کی نسل کو رہنے دیا

کے الفاظ وارد ہیں جس میں باقی کا کوئی بھی حقیقی یا مجازی یعنی حسّی یا معنوی مفہوم خلیل اللہ علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف منسوب کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔

طوفانِ نوح کے بارے میں علماء کی دو رائیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ عام تھا اور تمام روئے زمین پر محیط، جس کی وجہ سے سوائے نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ کشتی میں

سوار ہونے والوں کے باقی ساری نوع انسانی تباہ ہوئی دوسری یہ کہ طوفان خاص تھا جس سے نوح علیہ السلام کی سرکش اور متمرد قوم تو بلاشبہ ساری کی ساری ہلاک ہوئی مگر اس زمانے کی باقی انسانی آبادیاں اس سے متأثر نہ ہوئیں، توریت پہلی رائے کی مؤید ہے جبکہ قرآن میں صریحًا تو اس مسئلے کا ذکر نہیں اور علامات و قرائن دونوں کی موجود ہیں ۔

اگر پہلی رائے صحیح ہو تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ روئے زمین پر الٰہی..... نوح علیہ السلام..... کی نسل کے سوا سرے سے کوئی رہا ہی نہیں، پھر ابراہیم علیہ السلام تو کیا کسی بھی فرد بشر کا نسل نوح سے ہونا بالکل واضح اور قطعی طور پر غیر مشتبہ ہوگا ۔ اور اگر دوسری رائے صحیح ہو تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے الٰہی..... نوح علیہ السلام..... کی ذریت کو بقائے حقیقی..... جو صورت و معنی دونوں کے لحاظ سے ہو، یعنی روئے زمین پر نشانے الٰہی کی تکمیل کی سعادت اور شہرت دوام..... بخشی اور ظاہر ہے کہ ابوالانبیاء ابراہیم علیہ السلام سے بڑھ کر یہ اوصاف کس میں موجود ہیں ۔

بہرحال آپ بہرصورت باقین میں سے ہیں جس کے ناطے سے نوح علیہ السلام کی ذریت اور اولاد قرار پاتے ہیں، یہیں سے حضرت نوح علیہ السلام کے تاریخی لقب "آدم ثانی" کی اصلیت پر بھی تھوڑی بہت روشنی پڑ گئی کہ یا تو بعض مؤرخین کے قول پر یکطرفہ کارروائی ہے اور یا کسی علاقے اور مناسبت سے مجازی اطلاق ہے ورنہ تو طوفان نوح کے خاص اور محدود ہونے کے احتمال کے باوجود اس کی بلا ریب واقعیت کیونکر مانی جاسکتی ہے ۔

موجودہ توریت میں آپ کا شجرۂ نسب اس تفصیل سے موجود ہے ۔

نام مذکور توریت میں	انگریزی نام	کل عمر
ابراہیم علیہ السلام	ABRAHAM	۱۷۵ سال
تارح	TERAH	۲۰۵ سال
ناحور	NAHOR	۱۴۸ سال
سروج	SERUG	۲۳۰ سال
رعو	RAOU	۲۳۹ سال

نام مذکور توریت میں	انگریزی نام	کل عمر
فالج	PELEG	۲۳۹ سال
عابر (ہود علیہ السلام)	EBER	۴۶۴ سال
شالح	SALAH	۴۳۳ سال
ارفکشاد	ARPHAXAD	۴۶۵ سال
سام	SHEM	۶۰۰ سال
نوح علیہ السلام	NOAH	۹۵۰ سال

توریت کی یہ تفصیلات اگرچہ محل نظر ہیں تاہم ہمارے مقصود کی حد تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں...... اس میں کوئی اختلاف و اشتباہ نہیں، وجہ نظر یہ ہے کہ توریت حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان دس پشتوں کا فرق بتلاتی ہے۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کو ان کی گیارہویں پشت قرار دے رہا ہے۔ مگر خود توریت ہی کے شارحین کا بعض قوی قرائن کی بنیاد پر خیال یہ ہے کہ نسب نامے کی کچھ پشتیں چھوٹ گئی ہیں، ہمارے زمانے کے متداول قریب ترین تاریخی ماخذ بھی اس سلسلے میں متفق الخیال نہیں ہیں۔ ابن جریر اور ابن اثیر شالح اور ارفکشاد کے درمیان ایک اور نام " قینان " کا بھی اضافہ کرتے ہیں۔ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں، نسب نامے میں " قینان " کا ذکر نہیں کیا ہے۔ بعض لوگوں نے ان کی طرف سے یہ توجیہہ کی ہے کہ قینان جادوگر تھا اس لئے نسب نامے سے ساقط کر دیا گیا۔ یہ توجیہہ جس قدر مضحکہ خیز ہے بھونڈی ہے، بیان کی حاجت نہیں، اصل بات یہ ہے جیسے کہ ہم نے پہلے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نسب نامہ اس حد تک تو صحیح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں باقی رہی اس کی تفصیلی ترتیب تو وہ قطعاً غیر یقینی ہے اس کی ایک دلیل تو یہی اختلافات ہیں جن کو دور کرنے کے لئے یہ بے ڈھنگی تاویلات کی جاتی ہیں اور دوسری دلیل ابن عباسؓ کی یہ روایت ہے:

" نبی علیہ السلام جب نسب شریف کو بیان فرماتے تو عدنان سے تجاوز نہ فرماتے۔ عدنان تک پہنچ کر رک جاتے اور یہ فرماتے کہ " کذب النسابون حاملین انساب نے غلط گوئی سے کام لیا "۔ (طبقات ابن سعد بحوالہ سیرۃ المصطفیٰ ج ۱)

اس سلسلے میں ابن خلدونؒ نے امام شافعیؒ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک موقعہ پر آدم علیہ السلام تک اپنا شجرۂ نسب بیان کیا تھا۔ گویا اس واقعے سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ اگر کذب النسابون والی روایت صحیح ہوتی تو امام شافعیؒ ایسی جرأت کیوں کرتے، ہمارے خیال میں اوّلاً تو امام شافعیؒ کا یہ واقعہ کس حد تک صحیح ہے اور اس کی کیا تفصیلات ہیں یہی محلِ تأمل ہے اور ثانیاً اگر واقعہ بالکل صحیح بھی ہو تو امام شافعیؒ کا استدلال اس کے اجمال سے ہوگا تفصیل سے ہرگز نہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

ابن خلدون، ابن حزم کے حوالے سے نصاریٰ کی بعض کتابوں سے نقل کرتے ہیں کہ فالج اور عابر کے درمیان ایک اور کڑی بھی چھوٹ گئی ہے جس کا نام ملکیصدقؑ ہے اور وہ فالج کا باپ ہے۔

پھر سلسلۂ نسب کی اکثر کڑیوں کی عمروں میں بھی شدید اختلافات ہیں ۔۔۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں تارح کی عمر ۲۵۰ سال، فالج کی ۴۳۹ اور ارفکشاد کی ۴۳۸ بتلاتا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ۹۵۰ سال ...... جو توریت میں بیان ہوئی ہے اور جس کی اکثر مؤرخین نے قرآنی آیت فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا کا سہارا لے کر توثیق کرنے کی کوشش کی ہے ...... کی سختی سے تردید کی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ یہ تو نوح علیہ السلام کی بعد البعثت اور قبل الطوفان والی عمر ہے۔ پھر ابن عباسؓ کے ایک قول کی تقدیر پر ان کی کل عمر ۱۷۸۰ سال بتلائی ہے، واللہ اعلم۔

(جاری ہے)